© rasailojaraid.com

دین کے دو جزو حکمت اور فقہ

محمد سرور

گو قرآن مجید کے اوّلیں مخاطب قریش مکّہ اور اُن کے بعد عرب تھے، لیکن وہ تھا ساری انسانیت کے لئے پیام ہدایت۔ وہ کسی ایک ملک، قوم یا زمانے کے لئے مخصوص نہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم اتنی ہی عالمگیر اور ہمہ گیر ہے، جتنی کہ خود انسانیت ہے[1]۔

شاہ ولی اللہ صاحب البدور البازغہ (صفحہ ۱۹۸) میں "مقاصد شرع صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے انکشاف کے طالب کو سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ آپؐ کی بعثت ملّتِ حنیفیہ کے ساتھ ہوئی تھی تاکہ وہ اُس کی کجی کو سیدھا اور اُس میں جو تحریف ہوئی تھی اُس کی اصلاح کریں اور اُس کے نور کو عام کریں۔ چنانچہ وہ مقدمات جن پر ملّتِ حنیفیہ کی بنیاد ہے اُنہیں اُس کی تفصیلات میں جانے سے پہلے بطور مسلّمات کے مان لینا چاہیے۔ اسی طرح (اعمال و شعائر کی) وہ ہیئتیں اور صورتیں جو اس ملّت کے ماننے والوں میں وراثت کے طور پر چلی آتی تھیں، اُن کی بھی

---

[1] شاہ ولی اللہ صاحب "البدور البازغہ" (صفحہ ۱۹۱) میں فرماتے ہیں:۔ واعلموا ان رضاء اللہ تعالیٰ وامرہٗ منحصرٌ فی الملۃ الحنیفیۃ لا یتجاوزھا لانھا بنیت علیٰ موافقۃ الصورۃ الانسانیۃ واستخراج المعارف والعلوم منہا.....
(تمہیں جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کا امر ملّت حنیفیہ میں منحصر ہے اور وہ اس سے تجاوز نہیں کرتا۔ اور یہ اس لئے کہ ملت حنیفیہ کی بنا صورتِ انسانیت پر رکھی گئی ہے اور اُسی سے معارف وعلوم کا استخراج ہوا ہے)۔ قرآن مجید اسی ملّت حنیفیہ کا آخری صحیفہ، اور دین اسلام اُس کی آخری شکل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُس کے لئے حیثیت مسلّم ہو" اس کے بعد شاہ صاحب نے وہ بڑے بڑے مقاصد بتائے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پیش نظر تھے۔ اس ضمن میں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُصول دین میں سے ملّت حنیفیہ کو باری تعالیٰ کی وحدانیت اور یوم الآخرت و معاد کا پابند بنانا ہے اور آپؐ کے دین کے یہ دو اہم اُصول ہیں کہ جو ان دو کی تصدیق نہیں کرتا اُسے دینِ حنیفی پر عامل ہونے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور ان دو کا اقرار اس ملّت کی ضروریات اور اُصول میں سے ہے[1]

ملّتِ حنیفیہ کے انہی بنیادی اُصولوں کا نام دین ہے۔ اور وہ ایک ہے۔ اور قرآن مجید اُسی دین کا شارع و پیغام بر ہے۔ البتہ اس دین کی اساس پر مختلف زمانوں میں جو شرائع مرتب ہوتے رہے وہ مختلف تھے۔ اس کی وضاحت حجۃ اللہ البالغہ میں یوں کی گئی ہے:۔

" جاننا چاہیئے کہ اصل دین ایک ہے اور تمام انبیاء اس پر متفق ہیں .... (انبیاءؑ میں اختلاف اگر ہے تو طاعات و عبادات اور اُن کے آداب و ارکان کے بارے میں ہے .... وہ خاص خاص صورتیں اور مخصوص ہیئتیں جن پر مختلف قسم کی نیکیوں اور تدابیر نافعہ و معاش اور اُمور معاشرت کی آسانیوں کی عمارت قائم کی جاتی ہے، اُنہی کا نام شریعت اور منہاج ہے"۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن طاعتوں اور عبادتوں کا حکم دیا گیا ہے، اور وہ تمام ادیان و مذاہب میں یکساں ہیں حضرت شاہ صاحب کے نزدیک "وہ وہی اعمال ہیں جو نفوس انسانی کی حالتوں اور ہیئتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور آخرت میں انہی اعمال کی بھلائی برائی کے اثرات نفوس انسانی کے سامنے پیش ہوں گے۔ اور انہی اعمال سے نفوس انسانی کے اندر انقباض یا انشراح پیدا ہوتا ہے"۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۲۳۔ اردو ترجمہ)

غرض ان طاعات و عبادات کی اصل ایک ہے، البتہ ان کی اساس پر جو شریعتیں بنیں، اُن میں اختلاف ہوتا رہا ہے۔ شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:۔ انبیائے کرام کے شرائع میں چند اسباب و مصالح کی بنا پر

---

[1] وحدانیت باری تعالیٰ میں، بے شک اُس کی صفات اور اُس کی طرف سے انبیاء کے مبعوث کرنے پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔

(البدور البازغہ ص ۳۰۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختلاف ہوا کرتا ہے...... (کیونکہ) شرائع کی مقدار اور اندازے کی مشروعیت میں بھی مکلفین کے حالات، عادات، اور اطوار کا لحاظ کیا جاتا ہے...... انبیائے کرام کا بڑے سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان ارتفاقات اور تدابیرِ نافعہ معاشرت کی اصلاح کی جائے، جو اُن کے مخاطبین کے پاس موجود ہیں اور اسی لئے اُن کو اُن کی مالوفات اور شب و روز کی عادی چیزوں سے جدا کر کے غیر مالوف چیزوں کی طرف دعوت نہیں دی جاتی۔ الّا ماشاء اللہ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مصالح کے مواقع باعتبار زمانہ اور عادتوں کے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ اور اسی بنا پر شریعتوں میں نسخ صحیح اور جائز ہے۔ اس کی مثال طبیب کی سی ہے کہ وہ ہر حال میں مزاج کا اعتدال اور اُس کا تحفظ چاہتا ہے۔ اور اس لئے مختلف اشخاص اور مختلف اوقات کے لحاظ سے اُس کے احکام اور طبی طریقے مختلف ہوا کرتے ہیں"۔

بے شک اللہ کے دین میں دوام، ہمہ گیریت اور عالم گیریت ہے۔ اور وہ کسی قوم، ملک اور زمانے تک محدود نہیں اور وہ جن عبادات و طاعات کی تلقین کرتا ہے، اُن میں اُتنی ہی عمومیت ہے، جتنی خود انسانیت میں، کیونکہ وہ انسانیت کے جبلی تقاضوں کا خیال رکھتا ہے اور اُنہیں کی اصلاح و تزکیہ چاہتا ہے، لیکن اللہ کے دین کی یہ عمومیت مخصوص شرائع کی تدوین و ترتیب کے منافی نہیں اور یہ اس لئے کہ

"اللہ تعالیٰ گو زمان و مکان سے بلند و برتر ہے، لیکن کسی نہ کسی نہج اور کسی نہ کسی وجہ سے اُس کو زمان و مکان سے ربط و تعلق ہوتا ہے"۔[1]

چنانچہ کسی خاص زمان و مکان سے اللہ تعالیٰ کے ربط و تعلق سے شرائع وجود میں آتے ہیں، اور ان کے نزول میں "زیادہ تر اعتبار ان امور کا ہوا کرتا ہے، جن پر لوگوں کی نشأۃ ہوا کرتی ہے اور جن کی طرف اُن کی عقلیں سوچ سمجھ کر یا بلا سوچے سمجھے منتقل ہوا کرتی ہیں"۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں "معلوم ہونا چاہیئے کہ نبوت اکثر و بیشتر کسی نہ کسی ملت کے ماتحت ہوا کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ملۃ ابیکم ابراھیم (تمہارے لئے وہی دین تجویز کیا گیا ہے، جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا تھا) اور جیسا کہ فرمایا ہے، وان من شیعتہ لابراھیم (اور نوح ہی کے طریق پر چلنے والوں میں ایک ابراہیم بھی تھے) اور

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ اُردو ترجمہ صـ۲۳۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا راز یہ ہے کہ جب لوگ ایک عرصۂ دراز تک کسی مذہب کی پابندی کرتے چلے آتے ہیں اور اس مذہب کے شعائر کی عظمت و حرمت اُن کے دلوں میں راسخ ہو جاتی ہے اور اس کے احکام و اوامر اُن کے نزدیک اس قدر مشہور و معروف اور عام طور پر شائع ہو جاتے ہیں کہ اُن کا شمار بدیہیات میں ہو جاتا ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا[1]

جب اس ملت میں خرابیاں سرایت کر جاتی ہیں اور اُس کے نبی کی روایات میں خلط ملط ہو جاتا ہے تو دوسری نبوت آتی ہے جو اس ملت کے مشہور و معروف احکام کی تفتیش کرتی ہے۔ پھر جو احکام کہ سیاست ملیہ کے قواعد و ضوابط اور اُس کے اصول کے موافق صحیح ہوتے ہیں، اُن میں وہ کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرتی بلکہ اُس کی دعوت دیتی ہے...... اور وہ اُمور جو نادرست ہوتے ہیں اور اُن میں تحریف ہو چکی ہوتی ہے اُن کو بقدر ضرورت تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اور جو اُمور قابل اضافہ ہوں اُن میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، اور یہ نبی اکثر و بیشتر ان لوگوں کی پہلی شریعت کے بقیہ اُمور کو اپنے مطالب و مقاصد میں بطور استدلال پیش کرتا ہے........" (حجۃ اللہ البالغہ صـ۲۳۲)

اس طویل تمہید کے بعد— جس سے غرض دینِ اسلام جو تمام مذاہب و ادیان کی اصل ہے اور وہ ایک ہے، اُس میں اور اُس کی اساس پر مختلف زمانوں میں جو شرائع مرتب ہوئے اُن میں فرق ظاہر کرنا تھا— ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

دینِ اسلام کی اِس عالمگیر تعلیم کو جو تمام مذاہب و ادیان کی اصل ہے، سب سے پہلے سرزمینِ حجاز میں عملی جامہ پہنایا گیا یہ جامہ اس عالمگیر تعلیم کا ایک خاص زمان و مکان سے اُس کے ربط و تعلق کا عملی مظہر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اِس میں اُس زمان و مکان اور اہلِ حجاز کے طبائع و حالات کا یقیناً خیال رکھا گیا۔ اس عملی مظہر کو جسے سنت کا نام دیا گیا ہے دینِ اسلام کی عمومی و ابدی تعلیم کا درجہ دینا ٹھیک نہیں، لیکن اُسے جو بہرحال ایک محدود قانون کی حیثیت رکھتی ہے، اس عالمگیر تعلیم کے خلاف یا اُس سے بے نیاز سمجھنا بھی غلط ہے، سنّت اس عالمگیر تعلیم کے حجازی جامے کا نام ہے اور اس سے اس عالمگیر تعلیم کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ بعد میں جب اسلام دوسرے ملکوں میں پھیلا اور عربوں کے علاوہ غیر عرب قومیں بھی مسلمان ہو گئیں تو قرآن کی عمومی تعلیم اور اُس کی حجازی تعبیر کی روشنی میں فقہ کے دوسرے مذاہب وجود میں آئے۔ اب اسلام ایک

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ اردو ترجمہ صـ۲۳۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختلاف ہوا کرتا ہے...... (کیونکہ) شرائع کی مقدار اور اندازے کی مشروعیت میں بھی مکلفین کے حالات، عادات، اور اطوار کا لحاظ کیا جاتا ہے...... انبیائے کرام کا بڑے سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اِن ارتفاقات اور تدابیرِ نافعہ معاشرت کی اصلاح کی جائے، جو اُن کے مخاطبین کے پاس موجود ہیں اور اسی لئے اُن کو اُن کی مالوفات اور شب و روز کی عادی چیزوں سے جدا کر کے غیر مالوف چیزوں کی طرف دعوت نہیں دی جاتی۔ الّا ماشاء اللہ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مصالح کے مواقع باعتبار زمانہ اور عادتوں کے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ اور اسی بنا پر شریعتوں میں نسخ صحیح اور جائز ہے۔ اس کی مثال طبیب کی سی ہے کہ وہ ہر حال میں مزاج کا اعتدال اور اُس کا تحفظ چاہتا ہے۔ اور اس لئے مختلف اشخاص اور مختلف اوقات کے لحاظ سے اُس کے احکام اور طبی طریقے مختلف ہوا کرتے ہیں"۔

بے شک اللہ کے دین میں دوام، ہمہ گیریت اور عالم گیریت ہے۔ اور وہ کسی قوم، ملک اور زمانے تک محدود نہیں اور وہ جن عبادات و طاعات کی تلقین کرتا ہے، اُن میں اُتنی ہی عمومیت ہے، جتنی خود انسانیت میں، کیونکہ وہ انسانیت کے جبلّی تقاضوں کا خیال رکھتا ہے اور اُنہیں کی اصلاح و تزکیہ چاہتا ہے، لیکن اللہ کے دین کی یہ عمومیت مخصوص شرائع کی تدوین و ترتیب کے منافی نہیں اور یہ اس لئے کہ

> "اللہ تعالیٰ گو زمان و مکان سے بلند و برتر ہے، لیکن کسی نہ کسی نہج اور کسی نہ کسی وجہ سے اُس کو زمان و مکان سے ربط و تعلق ہوتا ہے"[۵]

چنانچہ کسی خاص زمان و مکان سے اللہ تعالیٰ کے ربط و تعلق سے شرائع وجود میں آتے ہیں، اور اِن کے نزول میں "زیادہ تر اعتبار ان امور کا ہوا کرتا ہے، جن پر لوگوں کی نشاۃ ہوا کرتی ہے اور جن کی طرف اُن کی عقلیں سوچ سمجھ کر یا بلا سوچے سمجھے منتقل ہوا کرتی ہیں"۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں "معلوم ہونا چاہیئے کہ نبوت اکثر و بیشتر کسی نہ کسی ملت کے ماتحت ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ملة ابیکم ابراھیم (تمہارے لئے وہی دین تجویز کیا گیا ہے، جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا تھا) اور جیسا کہ فرمایا ہے، وان من شیعته لا براھیم (اور نوح ہی کے طریق پر چلنے والوں میں ایک ابراہیم بھی تھے) اور

---

[۵] حجۃ اللہ البالغہ اُردو ترجمہ صفحہ ۲۳۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا راز یہ ہے کہ جب لوگ ایک عرصۂ دراز تک کسی مذہب کی پابندی کرتے چلے آتے ہیں اور اس مذہب کے شعائر کی عظمت و حرمت اُن کے دلوں میں راسخ ہو جاتی ہے اور اس کے احکام و اوامر اُن کے نزدیک اس قدر مشہور و معروف اور عام طور پر شائع ہو جاتے ہیں کہ اُن کا شمار بدیہیات میں ہو جاتا ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا[1]

جب اس ملت میں خرابیاں سرایت کر جاتی ہیں اور اُس کے نبی کی روایات میں خلط ملط ہو جاتا ہے تو دوسری نبوت آتی ہے جو اس ملت کے مشہور و معروف احکام کی تفتیش کرتی ہے۔ پھر جو احکام کہ سیاست ملیہ کے قواعد و ضوابط اور اُس کے اُصول کے موافق صحیح ہوتے ہیں، اُن میں وہ کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرتی بلکہ اُس کی دعوت دیتی ہے ...... اور وہ اُمور جو نادرست ہوتے ہیں اور اُن میں تحریف ہو چکی ہوتی ہے اُن کو بقدر ضرورت تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اور جو اُمور قابل اضافہ ہوں اُن میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، اور یہ نبی اکثر و بیشتر ان لوگوں کی پہلی شریعت کے بقیہ اُمور کو اپنے مطالب و مقاصد میں بطور استدلال پیش کرتا ہے ...." (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۳۲)

اس طویل تمہید کے بعد — جس سے غرض دینِ اسلام جو تمام مذاہب و ادیان کی اصل ہے اور وہ ایک ہے، اُس میں اور اُس کی اساس پر مختلف زمانوں میں جو شرائع مرتب ہوئے اُن میں فرق ظاہر کرنا تھا — ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

دین اسلام کی اِس عالمگیر تعلیم کو جو تمام مذاہب و ادیان کی اصل ہے، سب سے پہلے سرزمین حجاز میں عملی جامہ پہنایا گیا یہ جامہ اس عالمگیر تعلیم کا ایک خاص زمان و مکان سے اُس کے ربط و تعلق کا عملی مظہر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اِس میں اُس زمان و مکان اور اہل حجاز کے طبائع و حالات کا یقیناً خیال رکھا گیا۔ اس عملی مظہر کو جسے سنت کا نام دیا گیا ہے دین اسلام کی عمومی و ابدی تعلیم کا درجہ دینا ٹھیک نہیں، لیکن اُسے جو بہر حال ایک محدود قانون کی حیثیت رکھتی ہے، اس عالمگیر تعلیم کے خلاف یا اُس سے زائد سمجھنا بھی غلط ہے، سُنّت اس عالمگیر تعلیم کے حجازی جامے کا نام ہے اور اس سے اس عالمگیر تعلیم کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ بعد میں جب اسلام دوسرے ملکوں میں پھیلا اور عربوں کے علاوہ غیر عرب قومیں بھی مسلمان ہو گئیں تو قرآن کی عمومی تعلیم اور اُس کی حجازی تعبیر کی روشنی میں فقہ کے دوسرے مذاہب وجود میں آئے۔ اب اسلام ایک

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ اردو ترجمہ ص ۲۳۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوم اور ایک ملک تک محدود نہ رہا تھا، بلکہ دنیا کی دوسری بڑی بڑی قومیں بھی مسلمان ہو چکی تھیں۔ اس لئے ہر قوم اور ملک میں وہاں کے خاص حالات اور طبعی رجحانات کے مطابق فقہ کے مذاہب وجود میں آئے۔ اِن فقہ کے مذاہب کی حیثیت شرائع اور مناہج کی ہے۔ اور قرآن مجید نے جو اُصول و مبادی بیان کیئے ہیں اُن پر اصل دین مشتمل ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک وہ امام راشد جو دنیا کی تمام اُمتوں ملتوں اور قوموں کو ایک ملت اور ایک دین پر جمع کرنا چاہتا ہو، اگرچہ اُس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اُن علوم اور زندا ہیرِ نافعہ معاشرت کا بھی لحاظ کرے جو اُس کی اپنی قوم کے پاس موجود ہیں اور اس بارے میں وہ دوسری قوموں کے مقابلے میں اپنی قوم کے حالات کی رعایت بہت زیادہ کرے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بعد والوں کے لئے بھی شریعت کے مقابلے میں زیادہ تنگی و دشواری پیدا نہ کرے۔ اور کچھ نہ کچھ اُن کی عادات و رسوم کو بھی ملحوظ رکھے۔

اب دین اسلام صرف قرآن میں منحصر ہے اور قرآن ہی دین کا قانون اساسی ہے حدیث قرآن ہی سے مستنبط ہے اور فقہ قرآن و حدیث دونوں سے استنباط کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید سے خود سمجھ کر (جیسے شاہ صاحب فرماتے ہیں) یا مستقل وحی سے اخذ کر کے (جیسے عام اہل علم کہتے ہیں) قرآن پر عمل کرنے کا مفصل پروگرام بنایا، جسے علمائے حدیث نے مرتب کیا، مولانا سندھی کے الفاظ میں اسلام کی تعلیم قرآن مجید میں منضبط ہے۔ اور وہ غیر متبدل ہے۔ جہاں کہیں اساسی تعلیم پر عمل ہوتا ہے، مخاطبین کے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مفصل قوانین بنائے جاتے ہیں۔ مولانا کے نزدیک یہ سنت تھی اور اس کا صحیح ترین مجموعہ مؤطا امام مالک ہے۔ آگے چل کر قرآن مجید اور سنت پر فقہ کی بنیاد پڑی اور جیسے جیسے دوسری قومیں مسلمان ہوتی گئیں، اُن کے ہاں فقہی قوانین بنتے گئے جن میں اُن کے خصوصی طبائع و حالات کا خیال رکھا گیا۔ فقہ کا اِن خطوط پر ارتقا ایک فطری بات تھی، اور ہر وہ دین جو سب قوموں اور سب زمانوں کے لئے ہے، اُس کے بنیادی اُصولوں میں ایک طرف یہ عمومیت و عالمگیریت اور دوسری طرف ہر ملک، ہر قوم اور ہر زمانے کی ضرورتوں کی رعایت لازمی ہے، فقہ کے پیش نظر یہ زمانی و مکانی ضرورتیں ہوتی ہیں۔ اور قرآن مجید اساسی تعلیم سے بحث کرتا ہے۔[1]

---

[1] ..... ہر توقیت و تعیین اور ہر تقیید کسی نہ کسی نہج پر لوگوں کے حق میں ضیق اور تنگی ہے۔ اور جب ان کا سلسلہ ممتد ہو گا تو لوگوں کے لئے معاملہ اور عمل کی راہیں نہایت تنگ ہو جائیں گی۔ اور ظاہر ہے کہ احکامِ شریعت کے مکلف ادنیٰ اعلیٰ تمام ہوا کرتے ہیں ..... حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غرض دینِ اسلام مجموعہ ہے حکمت اور شریعت و فقہ[1] کا۔ حکمت دین کی عمومی حیثیت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی حکمت میں جتنی عربیت ہے اُتنی ہی عجمیت، ترکیت و فرنگیت بھی ہے۔ اس حکمت سے ایک عرب جس طرح مستفید ہو سکتا ہے، اُسی طرح دوسری قوم کا آدمی بھی جس کی زبان عربی نہ ہو، اس سے انسان میں تلاش و تفحص، نظر و فکر اور تقدم و تبدیلی کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ اُسے اس محدود دنیا سے ماورائیت کی طرف لے جاتی ہے۔ اس سے اُس کی نظر کے سامنے وسیع و عمیق آفاق وا ہوتے ہیں۔ انسانی ذہن حکمت کے زیر اثر سوچنے پر مجبور ہوتا ہے، وہ اپنی اردگرد کی دنیا پر نظر ڈالتا ہے۔ اپنی زندگی کا جائزہ لیتا ہے اور نئی نئی راہیں ڈھونڈھتا ہے، مختصراً حکمت میں عمومیت، حرکت و تقدم ہے۔

فقہ نام ہے نظام کی مدوّن شکل کا۔ انسان جس ماحول میں رہتا ہے، اُس کے مطابق اُسے قواعد و ضوابط بنانے پڑتے ہیں۔ اگر زندگی ان قواعد و ضوابط سے آزاد ہو جائے اور انسان کسی ایسے ضابطۂ قانون کا پابند نہ رہے، جو اُس کے اعمال کو قاعدے میں رکھے، تو اس کا نتیجہ بدنظمی اور انتشار ہوتا ہے۔ فقہ کی روح حکمت ہے لیکن اُس کا ڈھانچہ عملی مظہر ہوتا ہے ایک خاص ماحول اور ایک خاص زمانے میں اُس حکمت کی تعبیر کا۔ اب حکمت میں جہاں عمومیت اور دوام ہے، وہاں فقہ میں مقامیت اور تحدید ہے۔ اور اس جہانِ آب و گل میں ہر کمال کے لئے تحدید ضروری ہے۔ چنانچہ کوئی حکمت اُس وقت تک فائدہ بخش نتائج نہیں پیدا کر سکتی، جب تک کہ وہ ایک خاص ماحول اور ایک خاص زمانے میں عملی ضابطوں کی شکل اختیار نہ کرے۔ اور اس ضمن میں اُس ماحول اور اُس زمانے کی ضرورتوں کا خیال نہ رکھے۔

غرض زندگی میں فقہ یعنی مدوّن قانون کی بھی ضرورت ہے اور حکمت کی بھی۔ اگر دونوں میں توازن اور ہم آہنگی رہے تو انسان آگے بھی بڑھتا ہے اور ماضی و حال سے بھی اُس کا رشتہ قائم رہتا ہے۔ حکمت حرکت و اقدام اور فقہ اثبات و استحکام کا باعث بنتی ہے۔ اگر فقہ سے بے اعتنائی ہو، تو زندگی میں نظم و ضبط نہیں رہتا۔ اور اگر فقہ ہی فقہ زندگی پر حاوی ہو جائے تو اس کا نتیجہ جمود، قدامت پرستی اور فکر و نظر کی موت ہے۔

اب قرآن مجید جس حکمت کا حامل اور پیغامبر ہے، وہ اس کی متقاضی تھی کہ اُس میں زیادہ سے زیادہ عمومیت اور

---

[1] ...... ہر قوم و ملت کے لئے ایک سنت و شریعت اور کچھ شرائع و احکام ہوا کرتے ہیں، جن میں وہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کی عادات و اطوار کی پیروی کرتے ہیں...... اس طرح ملت و مذہب کی بنیادیں اُستوار ہو جاتی ہیں...... حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۰۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمہ گیریت ہو، لیکن دوسری طرف اس کی بھی ضرورت تھی کہ اس حکمت کے اُصولوں پر قانون مدوّن ہو۔ اور اس کی تدوین میں جن لوگوں کے لئے اور جس زمانے کے لئے یہ قانون مدون ہو، اُن کی خصوصیات اور طبعی رجحانات کا خیال رکھا جاتا۔

اسلام کی تعلیمات کی عمومیت پر بحث کرتے ہوئے مولانا شبلی "الکلام" میں لکھتے ہیں:۔

مذہب کے متعلق بہت بڑی غلطی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ لوگ انبیاء کے اصول طریقۂ تعلیم کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ علم کلام کی کتابوں میں اس ضروری نکتہ کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے، لیکن امام رازی نے مطالب عالیہ میں، ابن رشد نے کشف الادلہ میں، اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں تفصیل کے ساتھ یہ اُصول بیان کیے ہیں، ان میں سے ضروری الذکر یہ ہیں:۔

(۱) انبیاء کو اگرچہ عوام و خواص دونوں کی ہدایت مقصود ہوتی ہے، لیکن چونکہ عوام کے مقابلے میں خواص کی تعداد اقل قلیل ہوتی ہے، اس لئے اُن کے طرزِ تعلیم اور طریقۂ ہدایت میں عوام کا پہلو زیادہ ملحوظ ہوتا ہے۔ البتہ ہر جگہ ضمن میں ایسے الفاظ موجود ہوتے ہیں، جن سے اصل حقیقت کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اور جس کے مخاطب خواص ہوتے ہیں ......

ابن رشد فصل المقال میں لکھتے ہیں:۔ "شریعت کا مقصود اوّلی جمہور عوام کے ساتھ اعتنا کرنا ہے۔ تاہم خواص کی تنبیہ سے بھی چشم پوشی نہیں کی جاتی۔

(۲) انبیاء لوگوں کی عقل و علم کے لحاظ سے اُن سے خطاب کرتے ہیں، لیکن اس علم و عقل کے لحاظ سے جو اکثر افراد میں پائی جاتی ہے ...... شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں ۔۔ اور انبیاء کے اصول میں سے ایک یہ ہے کہ وہ لوگوں سے اُن کی خلقی عقل کے موافق خطاب کرتے ہیں ......

(۳) سب سے زیادہ قابلِ لحاظ یہ امر ہے کہ انبیاء تہذیب اخلاق اور تزکیۂ نفس کے سوا اور قسم کے مسائل اور مباحث و حقائق سے متعرض نہیں ہوتے۔ اور اس قسم کے اُمور کے متعلق جو بیان کرتے ہیں، تو انہی کی روایات اور خیالات کے مطابق اور اس میں بھی استعارات و مجازات سے کام لیتے ہیں ......

(۴) ایک عام اُصول جس پر تمام انبیاء کا عمل رہا، یہ ہے کہ وہ جس قوم میں مبعوث ہوتے ہیں، اُس کے اکل و شرب، لباس، مکان، سامان آرائش، طریقۂ نکاح، زوجین کے عادات، بیع و شرا، معاصی پر دار و گیر، فصل قضایا، غرض اس قسم کے تمام اُمور پر نظر ڈالتے ہیں۔ اگر یہ چیزیں ویسی ہی ہیں، جیسا اُن کو ہونا چاہئے تو پھر کسی قسم کا تبدل و تغیر نہیں کرتے، بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترغیب دلاتے ہیں کہ یہ رسوم و آئین صحیح اور واجب العمل اور مبنی علی المصالح ہیں۔ البتہ اگر ان میں کچھ نقص ہوتا ہے۔ مثلاً وہ آزار رسانی کا ذریعہ ہوں یا لذات دنیوی میں انہماک کا باعث ہوں، یا اُصول احسان کے مخالف ہوں یا انسان کو دنیاوی اور دینی مصالح سے بے پروا کر دینے والے ہوں، تو اُن کو بدل دیتے ہیں۔ وہ بھی اس طرح نہیں کہ سرے سے انقلاب کر دیں، بلکہ اس قسم کی تبدیلی کرتے ہیں، جس کے مشابہ کوئی چیز قوم میں پہلے سے موجود ہوتی ہے یا ان لوگوں کے حالات میں اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں، جن کو قوم اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتی آتی ہے۔ شاہ صاحب یہ اُصول نہایت تفصیل سے بیان کر کے لکھتے ہیں کہ اسی وجہ سے انبیاء کی شریعتیں مختلف ہیں اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ جانتے ہیں کہ شریعت نے نکاح، طلاق، معاملات آرائش، لباس، قضا، تعزیرات، غنیمت میں کوئی ایسی بات پیش نہیں کی، جس کو وہ لوگ سرے سے نہ جانتے ہوں یا ایسی جس کے قبول کرنے میں اُن کو پس و پیش ہو۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ جو کجی تھی سیدھی کر دی گئی اور جو خرابی تھی دفع کر دی گئی۔

(۵) انبیاء پر جو شریعت نازل ہوئی ہے، اُس کے دو حصے ہوتے ہیں، ایک وہ عقائد و مسائل جو مذہب کے اُصول کلیہ ہوتے ہیں۔ اس حصے میں تمام شریعتیں متحد ہوتی ہیں۔ مثلاً خدا کا وجود، توحید، ثواب، عقاب، شعائر اللہ کی تعظیم، نکاح، وراثت وغیرہ۔ دوسرے وہ احکام اور سنن جو خاص خاص انبیاء کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور جن کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ شریعت موسوی مثلاً شریعت عیسوی سے مختلف ہے، شریعت کا حصہ خاص خاص ملکوں اور قوموں کے مصالح اور فوائد پر مبنی ہوتا ہے۔ اور اُس کی بنیاد زیادہ تر ان خیالات، عقائد، عادات، معاملات، رسوم، طریق معاشرت اور اُصول تمدن پر ہوتی ہے، جو پہلے سے اس قوم میں موجود تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔ "اسی طرح شریعت میں ان علوم اور اعتقادات و عادات کا لحاظ رکھا جاتا ہے، جو قوم میں مخزون اور جاری و ساری ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ بنی اسرائیل پر حرام ہوا اور بنی اسماعیل پر حرام نہ ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ کھانوں میں پاک اور نجس کی تفریق عرب کے مذاق پر محمول کی گئی اور یہی وجہ ہے کہ بھانجی سے شادی کرنا ہمارے مذہب میں حرام ہے اور یہود کے ہاں نہیں۔"

آگے چل کر مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا اُصول تمام انبیاء میں مشترک ہوتے ہیں، لیکن جس نبی کی رسالت عام ہوتی ہے اور تمام عالم کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوتا ہے اُس کی ہدایت اور تلقین میں بھی بعض زائد خصوصیات ہوتی ہیں، جو اور انبیاء میں نہیں پائی جاتیں۔ اس اُصول کی وضاحت شاہ ولی اللہ صاحبؒ یوں

© rasailojaraid.com